رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۵

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ط وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ

ظلمتیں کافور ہو جائینگی اِک دن دیکھنا | عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ط | میں بھی اک نورانی چہرہ کے پرستاروں میں ہوں

الفضل

دنیا میں ایک نبی آیا۔ پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا۔ (الہام مسیح موعودؑ)

مضامین بنام ایڈیٹر
اور
باقی تمام خط و کتابت بنام مینیجر الفضل
قادیان ضلع گورداسپور کے پتہ پر ہو

چند مقامی خریداروں سے
ساڑھے چار روپے

چند غیر ممالک سے
سات روپے

آخری زمانہ میں ایک رسول کا مبعوث ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ اور وہی مسیح موعود ہے (حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۵)

جلد ۳ | ۱۸ اپریل ۱۹۱۶ء | سہ شنبہ | ۱۴ جمادی الاول ۱۳۳۴ھ | نمبر ۱۰۷

مدینۃ المسیح

۱۔ خاندان نبوت میں خیریت ہے۔

۲۔ حضرت ام المومنین ۱۵ اپریل کو تشریف لے آئی ہیں۔

۳۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب ایک روز کے لئے آئے تھے۔

۴۔ صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؐ صاحب لاہور میں ایم۔ اے کا امتحان دے رہے ہیں۔ ناظرین دعا کرتے رہیں۔

۵۔ صاحبزادہ مرزا شریف احمدؐ صاحب بمعیت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب و مولوی شیر علی صاحب و ماسٹر محمد الدین صاحب گورداسپور ایسوسی ایشن کے جلسے میں شامل ہو کر واپس آگئے۔ (۶) علماء جن کے نام پچھلے پرچہ میں دئے گئے تھے بجز میر محمد اسحٰق صاحب چاٹگام تشریف لے گئے۔ نصرھم اللہ نصرا عزیزا۔

اخبار احمدیہ

نتیجہ امتحان انٹرنس تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان

۲۳ میں سے ۱۶ پاس

نام	نمبر	ڈویژن
۱۔ احمد حسین	۳۸۴	فسٹ
۲۔ شیخ عبد الرحمٰن	۳۰۷	سیکنڈ
۳۔ محمود احمدؐ قریشی	۳۰۴	״
۴۔ آفتاب احمدؐ	۳۰۳	״
۵۔ سرفراز علی	۲۹۵	״
۶۔ الیاس خان	۲۸۷	״
۷۔ مولا بخش	۲۷۸	سیکنڈ
۸۔ محمد یعقوب	۲۴۶	تھرڈ
۹۔ ظفر اللہ خاں	۲۳۴	״
۱۰۔ عبد الرحیم خاں	۲۲۴	״
۱۱۔ حلیم خاں	۲۱۹	״
۱۲۔ ضیاء الدین احمدؐ	۲۱۴	״
۱۳۔ معظم بیگ	۲۱۳	״
۱۴۔ عبد العزیز گورداسپوری	۲۰۹	״
۱۵۔ پنا لعل	۱۹۹	״
۱۶۔ غلام حسین	۱۹۵	״

جو فیل ہوئے۔ رول نمبر ۲۸۰۹ و ۲۸۱۰ و ۲۸۱۳ و ۲۸۱۴ و ۲۸۱۶ و ۲۸۱۹ و ۲۸۲۱ و ۲۸۲۵ جا کر یا بذریعہ خط ... پتہ مل سکتا ہے۔ جو لڑکے تعلیم الاسلام ہائی سکول میں داخل ہونا چاہیں ...

(باہتمام شیخ عبد الرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر مطبع ضیاء الاسلام میں چھپا)

لاہور کے کالجوں میں داخل ہونیوالے احمدی طلباء توجہ سے پڑھیں

میرے عزیزو! اول تو میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ امتحان انٹرنس سے پاس ہوئے۔ پھر اس کے بعد میں یہ تحریک کرنی چاہتا ہوں کہ آپ لاہور کے کالجوں میں سے کسی کالج میں داخل ہوں تو اپنی رہائش کے لئے بہرصورت وبہرحال احمدیہ ہوسٹل کو ترجیح دیں۔ جہاں نہ صرف آپکے جسمانی آرام کا لحاظ رکھا جائیگا۔ بلکہ روحانی ضروریات کا بھی پورا پورا انتظام ہوگا۔ اسمیں کچھ شک نہیں کہ ان مقاصد و اغراض کے لحاظ سے جو احمدی جماعت کی خصوصیات ہیں۔ ایک احمدیہ کالج کی ضرورت ہے۔ جو انشاء اللہ کسی نہ کسی روز دارالامان ہی میں قائم ہوگا۔ مگر اسوقت تک کہ آئے تک کچھ نہ کچھ ایسا انتظام ہونا چاہیئے جس سے احمدی طلباء ان اثرات و تکلیفات سے محفوظ رہ سکیں جو دوسری جگہ کے قیام و تعلقات میں ہونے ناگزیر ہیں۔ سو اس کے لئے حضرت فضل عمر خلیفہ ثانی ایدہ اللہ نے احمدیہ ہوسٹل کی تجویز فرمائی ہے۔ یعنی تمام کالجوں کے احمدی طلباء اکٹھے ایک مکان میں رہیں تاکہ وہ اپنی روحانی تربیت اور مذہبی ارکان کی پابندی کا بھی پورا پورا اہتمام رکھ سکیں۔ اور کسی خراب صحبت میں پڑ کر اپنی روحانیات کو زائل نہ کر دیں بلکہ ان کو اپنی ترقی کو روک نہ لیں۔ اس ہوسٹل میں صحت جسمانی کے ساتھ تعلیم روحانی کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔ اور ایک اتقی و اعلم بزرگ سلسلہ روزانہ درس قرآن مجید دیا کرینگے اور نمازیں باجماعت پڑھائیں گے۔ اور ہر قسم کی نگرانی کی جائے گی۔ اس لئے احمدی طلباء کے والدین کو بھی چاہیئے کہ وہ اپنے بچوں کو اسی میں رہائش اختیار کرنے کی تحریک کریں۔ بلکہ حکم دیں۔ کیونکہ اگرچہ مجھے امید نہیں مگر ہو سکتا ہے۔ بعض طلباء کسی غیر احمدی لڑکے کی دوستی کے لحاظ یا اپنے بعض غیر احمدی احباب کے طعنوں سے بچنے کے لئے یا ان پابندیوں سے ڈر کر جو ان کی روحانی و اخلاقی و تعلیمی نگہداشت کے لئے ضروری ہیں۔ بعض خیالی تکلیفات پیش کر کے اس ہوسٹل میں نہ رہنا چاہیں۔ اور اپنے والدین اور مربیوں کو بھی اپنا ہمخیال بنانے کی کوشش کریں۔ اسلئے ضروری ہے کہ اپنے بچوں کے لئے اس ہوسٹل کے بغیر انہیں کسی بورڈنگ میں رہنے کی اجازت نہ دی جائے۔ اور اگر کوئی مشکل ہو یا تکلیف پہنچے تو مہتمم ہوسٹل (جو سکرٹری انجمن احمدیہ لاہور بھی ہیں) کو لکھیں۔ اگر پھر بھی شکایت رفع نہ ہو تو براہ راست حضرت خلیفۃ المسلمین کے حضور عرض کریں۔ انشاء اللہ فوری توجہ ہوگی۔ اور جائز شکایت رفع کر دیجائے گی کوئی قومی کام بغیر قربانی اور تکلیف اٹھانے کے نہیں ہو سکتا۔ اسلئے اگر ابتدا میں تکلیف بھی ہو تو خوشی سے برداشت کرنی چاہیئے۔ کیونکہ جو سعید طلباء اس عمارت کی بنیاد بنینگے۔ وہ اپنے پیچھے آنے والی نسلوں پر بڑا بھاری احسان کرینگے۔ پس جو عزیز کالج میں اپنی تعلیم جاری رکھنے کے لئے داخل ہونا چاہتے ہوں وہ اپنا فرض سمجھ لیں کہ انہوں نے احمدیہ ہوسٹل میں رہنا ہے۔ ایسے والدین کو چاہیئے کہ وہ برادر عبدالحمید صاحب اوڈیٹر آر۔ بی۔ ریلوے۔ سکرٹری انجمن احمدیہ لاہور کو ابھی سے اطلاع دیں۔ تاکہ لڑکوں کی تعداد کے مطابق مکان وغیرہ کا بندوبست کیا جائے۔ یہ مضمون حسب الحکم حضرت خلیفۃ المسیح ثانی لکھا گیا ہے۔ اس لئے ضروری نہیں سمجھا گیا۔ کہ الفاظ کے ذریعہ جوش پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔ اپنے مطاع و آقا کے منشاء کو پورا کرنا ہر احمدی کا فرض ہے۔ جو احمدی طلباء کالجوں میں پہلے ہی سے داخل ہیں۔ ان کے لئے بھی ہرگز جائز نہیں کہ وہ احمدیہ ہوسٹل کے سوا کہیں اور رہیں۔ ان کے والدین اور مربیوں کو چاہیئے۔ کہ انہیں احمدیہ ہوسٹل میں داخل کرا دیں۔ بصورت خلاف ورزی اس کے بد نتائج کے وہ خود ذمہ وار ہوں احمدیہ ہوسٹل میں رہنے والے طلباء خدا کے برگزیدہ خلیفہ وقت کی دعاؤں سے خاص حصہ پائینگے۔ جو ان کے لئے تمام نعمتوں سے بڑھ کر نعمت اور ہر قسم کی آزادی سے قیمتی آزادی ہے ۔

احمدیہ ہوسٹل لاہور

حضرت خلیفۃ المسیح کی برکات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضور کے زمانہ میں ایک احمدیہ ہوسٹل لاہور میں کھولا گیا۔ جسمیں احمدی طلباء کے رکھنے اور ان کے کھانے پینے کا انتظام کیا گیا اس ہوسٹل سے غیر احمدی طلباء بھی فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ لاہور جیسے شہر میں کھلے ہوادار مکانوں کی جو قلت ہے اس کا وہ لوگ بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں۔ جن کو کبھی لاہور میں رہنے کا اتفاق ہوا ہو۔ کالجوں کے ساتھ جو ہوسٹل ہیں انمیں کافی گنجایش نہیں۔ نیز بیسیوں غیر احمدی طلباء کے ساتھ ایک دو احمدی طلباء کا رہنا مفید ثابت نہیں ہوا۔ اور انکو اپنے مذہبی فرائض کی ادائگی میں وہ آسانیاں نہیں۔ جو ایک احمدیہ ہوسٹل میں بآسانی میسر آسکتی ہیں۔ اس لئے ایک نہایت عمدہ اور کھلے ہوادار مکان میں احمدیہ ہوسٹل کھولا گیا ہے جو طالب علم وہاں رہتے ہیں۔ انکو علاوہ سب طرح آرام کے یہ بھی بڑا فائدہ ہے کہ وہ سب ملکر باجماعت نماز ادا کرتے ہیں انٹرنس کا نتیجہ نکل چکا ہے۔ جو دوست لاہور آکر اپنی تعلیم جاری رکھنا چاہتے ہیں۔ وہ ضرور احمدیہ ہوسٹل میں آکر قیام کریں۔

خاکسار۔ عبدالحمید سکرٹری انجمن احمدیہ لاہور

ترجمۃ القرآن انگریزی کی اشاعت میں امداد کرو

ترجمۃ القرآن انگریزی پارہ اول اب چھپ کر بالکل طیار ہو گیا ہے۔ احباب کو چاہیئے۔ کہ اسکی فروخت کے واسطے خوب سعی کریں۔ سر دست چند روز کے واسطے عاجز مدراس میں ہے۔ اگر اسکی خریداری کیواسطے آرڈر یہاں آجائیں تو یہاں سے قادیان بھیجنے کے خرچ میں کفایت ہو سکتی ہے۔ احباب کو چاہیئے کہ پارے منگوا کر اپنے طور پر فروخت کا انتظام کریں۔ پہلے پارے کی فروخت سے جو سرمایہ جمع ہوگا۔ اسی سے دوسرے پارے کا کام شروع ہوگا۔ لہذا اسکی فروخت میں بہت جلد کوشش کرنی چاہیئے۔

General Doctor's House Meylapore Madras

محمد صادق عفی اللہ عنہ

نوٹ:۔ مدراس کے پوسٹ میں اردو نہیں جاتی۔ اسواسطے پتہ ہمیشہ انگریزی میں لکھنا چاہیئے۔ اڈریس بھی مدراس سے ہی روانہ کیا جاتا ہے۔ جن صاحبوں کو نہ پہنچے وہ منگوا لیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل

قادیان دار الامان ۔ ۱۸ ۔ اپریل سنہ ۱۶ء

مولوی عبد الحلیم صاحب شرر لکھنوی

کے حملہ کا دفاع

جو جناب موصوف نے سلسلہ احمدیہ کے امام ہمام پر کیا

مولانا ابو الکلام کا فیصلہ تو ہو چکا اب ایک اور مولانا سلسلہ احمدیہ کے متعلق غلط فہمی پھیلانے پر کمربستہ ہوئے ہیں۔ اور مجھے افسوس ہے کہ وہ مولانا عبد الحلیم صاحب شرر لکھنوی ہیں۔ جو ادبی دنیا میں خاصی شہرت رکھتے ہیں آپ ایک اعلیٰ درجے کے ناولسٹ ہیں اور مسلمانوں میں تاریخی مذاق پیدا کرنے کے لئے ایک حد تک انہوں نے بہت اچھا کام کیا ہے۔

مارچ کے دلگداز میں حاجی ریاض الدین احمد کسی اپنے بزرگوار کے سوانح لکھتے ہوئے سیدنا احمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا ذکر بھی آگیا ہے۔ جسے پڑھکر مجھے بہت ہی صدمہ ہوا۔ اور ہر ایک احمدی کو ہونا چاہیئے۔ کیونکہ مولانا شرر نے بغیر کسی تحقیقات و تفحص حالات و تفتیش واقعات کے چند ایسی باتیں امام سلسلہ احمدیہ کی طرف منسوب کی ہیں۔ جو نہیں ہوتی چاہیئے تھیں۔ ہم دنیا کے کسی تاریک گوشے میں نہیں رہتے پنجاب میں ہیں۔ جو علمی و ادبی و مذہبی دنیا کا مرکز ہے۔ اور لکھنؤ میں اگر دلگداز نہ ہو۔ تو کہہ سکتے ہیں کہ لاہور کے مقابل میں کچھ بھی نہیں۔ اور اسلامی تعلیمات کے لحاظ سے تو اس وقت قادیان دار الامان ہی پنجاب بلکہ تمام جہان کا مرکز ہے۔ پس ایک بائی ویکلی تین ہفتہ وار تین ماہوار رسائل کی موجودگی میں مولوی عبد الحلیم صاحب شرر اس زبردست مذہبی تحریک سے ایسے ناواقف ہوں کہ امام سلسلہ کے طرز سے بھی آگاہ نہ ہوں اور پھر اس کے متعلق بعض ایسے حالات شائع کرنے کی بھی جسارت کریں۔ جن کی کوئی اصلیت نہ ہو۔ بڑے افسوس کی بات ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ مولانا شرر نے اس تساہل سے اپنے عزو وقار کو بہت صدمہ پہنچایا ہے کیونکہ ہر ایک منصف مزاج با مذاق انسان کہہ سکتا ہے کہ جب ایک شخص اپنے زمانے کے مشاہیر کے حالات سے اس قدر ناواقف ہو اور ایک مدعی رسالت و نبوت کے بنا دعویٰ سے نہ صرف ناآشنا۔ بلکہ اس کے متعلق کسی واقعہ کا ذکر کرنے سے پہلے تحقیق کرنا ضروری نہیں سمجھتا تو پھر آج سے دو تین ہزار سال اول کے واقعات و حالات کو کیا سمجھ سکتا ہے اور کس طرح؟ اس سے پہلے مولانا کی تحریروں پر جو تاریخ کے متعلق ہیں۔ بڑا اعتماد رکھتا تھا۔ لیکن اب مجھے معلوم ہوا کہ مولانا شرر پر بھی ناولسٹ ہونے کی وجہ سے فسانہ نگاری ہی غالب ہے۔ جو کوئی قابل تعریف بات نہیں بلکہ اکثر حالات میں مذموم ہے۔ خدا اس سے مسلمانوں کو بچائے تاوہ ذلت کے گڑھے میں نہ گریں جو کچھ ہو چکا ہے وہی بہت ہے ناظرین وہ سطور ملاحظہ فرمائیں جو مولانا نے سلسلہ احمدیہ کے امام کے بارے میں تحریر فرمائی ہیں:-

> اب پنجاب میں حاجی صاحب فقط وحشت دل کا علاج کرتے اور سیر سپاٹے کو گئے تھے۔ دل میں آئی کہ چلو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سے بھی مل لیں۔ دیکھیں کس قماش کے بزرگ ہیں لاہور سے روانہ ہو کے قادیان میں پہونچے۔ مرزا صاحب مرحمت و اخلاق سے ملے اپنی کانگریگیشن کے رکن اعظم حکیم نور الدین صاحب مرحوم سے ملایا اور پھر مرزا صاحب نے اپنے حجرے میں جو مسجد سے ملحق تھا۔ اپنی خلوت خاص میں جگہ دی۔ اتنے میں نماز کا وقت آگیا۔ حکیم نور الدین صاحب نے محراب مسجد میں کھڑے ہو کے نماز پڑھائی اور مرزا صاحب اپنے حجرے ہی میں کھڑے ہو گئے نماز کی ایک رکعت ہوئی تھی کہ کیا دیکھتے ہیں مرزا صاحب نیت توڑ کے گھر کے اندر چلے گئے اور حاجی صاحب سخت حیران کہ کیا افتاد پیش آئی جو مرزا صاحب کو نماز کی نیت توڑ دینے پر مجبور ہونا پڑا۔ نماز کے بعد حاضرین مسجد سے یہ واقعہ بیان کیا۔ اور اس کا سبب پوچھا۔ معلوم ہوا کہ یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے۔ مرزا صاحب پر نماز میں جب وحی نازل ہوتی ہے تو آپ بیتاب ہو کے اندر چلے جاتے ہیں:-
>
> خیر جو کچھ ہوا... حاجی صاحب پر مرزا صاحب کا کچھ اثر نہیں پڑا۔ اور ان کی طرف سے زیادہ بدظن ہو کے لاہور میں واپس آئے:-

اول تو جن الفاظ میں ایک ایسی عظیم الشان پاک شخصیت کا ذکر کیا گیا ہے جس نے مذہبی دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر دیا ہے اور جو رسول اللہ صلعم کے نمونہ پر وصال باری تعالےٰ کے وقت چار لاکھ سے زیادہ اپنا پیرو چھوڑ کر گیا ہے کہ ہر ایک ان میں سے ایک ایک ہزار دشمن اسلام و مخالف احمدیت پر بھاری ہے۔ وہ ایک قابل اعتراض امر ہے۔ اور میرا خیال ہے۔ کہ مولانا شرر اس سے اچھے الفاظ میں اس مفہوم کو ادا کر سکتے تھے۔ جسے "وہ کس قماش کے بزرگ ہیں" میں ادا کیا ہے:-

دوم۔ شرر صاحب نے سیدنا احمد نبی اللہ کی ایک کانگریگیشن سمجھا ہے تجویز فرمائی ہے۔ اور اس کا رکن اعظم مولانا حکیم نور الدین کو بتایا ہے۔ حالانکہ اس کا کوئی ثبوت آپ کے پاس نہیں۔ اگر حضرت احمد اپنے بعض انصار کیوجہ سے کریں مہتمم کئے جا سکتے ہیں۔ تو تعجب نہیں اگر مولانا شرر حضرت محمد رسول اللہ کے خدام کو بھی چار یاری کہتے ہوں۔ میں شرر صاحب کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ سیدنا احمد بالکل انبیاء کی طرز پر مبعوث ہوئے۔ اور وہ کوئی اس قسم کی مجلس نہیں رکھتے تھے کہ اس کے مشورے سے امور نبوت طے پاتے ہوں۔ البتہ کفار نے ہمیشہ ایسا ہی سمجھا۔ اور محمد رسول اللہ صلعم کو بھی یہی کہا۔ جو ضرور تھا کہ احمد نبی اللہ کو بھی کہا جاتا۔

سوم۔ مولانا شرر نے یہ ظاہر کیا ہے کہ حضرت صاحب نے حاجی ریاض الدین احمد کو حکیم نور الدین صاحب سے ملایا جو لوگ حضرت اقدس کے حالات سے آگاہ ہیں وہ خوب جانتے ہیں۔ کہ یہ واقعہ صحیح نہیں۔ بلکہ صحیح یوں ہے اور یونہی ہونا چاہیئے کہ مولانا نور الدین صاحب نے حضرت اقدس کی خدمت میں آپکے حاجی صاحب کو پیش فرمایا ہو حضرت مسیح موعود کے استغراق فی اللہ کا یہ حال تھا۔ کہ اگر حضور

میں رہنے والے خدام میں سے بعض کا نام نہیں جانتے
چہارم۔ آپ نے لکھا ہے کہ حضرت صاحب نے حاجی صاحب کو اپنی خلوت خاص میں جگہ دی۔ افسوس ہے کہ حضرت اقدس کو معمولی گدی نشینوں کا سا ایک گدی نشین سمجھا ہے جبھی تو آپ ان کے لئے خلوت عام اور خلوت خاص تجویز کرتے ہیں۔ حالانکہ حضرت اقدس میں اس قسم کی کوئی بناوٹ نہ تھی۔ آپ دربار عام میں ہر مسافر سے ملتے۔ اور جس کو میسر آتا آپ کے نزدیک ٹھہر جاتا اور ہم نے تو اکثر دیکھا کہ غرباء جماعت حضور کے گھٹنے سے گھٹنا ملا کر شرف اندوز صحبت ہیں اور مولانا حکیم نورالدین بہت دور بیٹھے ہیں۔ آپ کی مجلس میں یہ طریق نہ تھا کہ بڑی بڑی شخصیتوں کو آگے بٹھا لیا جائے اور غرباء کو پیچھے کر دیا جائے یا کسی کو خلوت خاص میں جگہ دی جائے اور کسی کو دربار عام میں۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ آپ کسی کمرے میں بیٹھے ہوں اور وہاں اتفاقاً حاجی صاحب کو بھی باریابی کا موقعہ مل گیا ہو۔ یا انہوں نے درخواست کی ہو کہ میں الگ ملنا چاہتا ہوں۔ اور حضور نے ان کی التجا کو شرف قبولیت بخشا ہو۔

پنجم۔ یہ تعریض کی ہے کہ احمدیوں کا امام محراب کے اندر کھڑا ہو کر نماز پڑھاتا ہے (اور یہ حنفیوں کے نزدیک ناجائز ہے) شرر صاحب کو پھر یہ معلوم نہیں کہ جس مسجد مبارک میں حضور نماز پڑھتے تھے اس کا محراب ہی کوئی نہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ کی مسجد کا کوئی محراب نہ تھا۔ البتہ اس مسجد کے تین حصے تھے۔ د حصہ اول میں امام نماز پڑھاتا تھا اور اس کے ساتھ

غسل خانہ	ج	ب	د

ایک یا دو آدمی بھی کھڑے ہوتے تھے۔

ششم۔ یہ بالکل غلط ہے کہ حضور اپنے ہی حجرے میں کھڑے ہو گئے ایسا کبھی نہیں ہوا۔ آپ ہمیشہ مسجد مبارک میں تشریف لا کر اور بعد میں امام کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور اگر حصہ ج کو اپنا حجرہ سمجھا گیا ہو تو یہ غلطی ہے کیونکہ یہ تو مسجد ہے۔ پھر شرر صاحب از روئے شریعت اسلام ثابت کریں کہ مسجد کے ساتھ بائیں یا دائیں کوئی کمرہ ہو اور اس میں صف کے برابر کھڑا ہو کر نماز پڑھنا منع ہے۔ میں اس کی مثال احادیث صحیحہ سے دکھا سکتا ہوں۔ لیکن یہ اس صورت میں ہے جب یہ تسلیم کیا جائے کہ حضرت اقدس حصہ ا یا ج میں نہ تھے بلکہ اس کے پہلو کے کمرے میں گھر کے اندر تھے جس کی تردید خود ہی کر دی ہے۔ اور پھر حاجی صاحب بھی وہاں کھڑے تھے اسکا ثبوت چاہئے

ہفتم۔ بیان کیا ہے کہ حضرت ایک رکعت کے بعد نماز کی نیت توڑ کر گھر کے اندر چلے گئے۔ اگر کسی بیماری کے غلبہ کی وجہ سے ایسا ہوا ہو۔ تو محل اعتراض نہیں۔ حضور کو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق دوران سر اور بردِ اطراف کا مرض تھا۔ اور یہ وہ زرد چادریں تھیں جو روز ازل سے خدا نے اپنے مسیح کے لئے بطور خلعت خاص مقدر فرمائی تھیں۔ پس مرض کے دورے کی حالت میں نماز چھوڑنے پر مجبور ہونا ایک عذر شرعی ہے لیکن اس پر یہ ہنسی اڑانا کہ یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں جب کبھی وحی نازل ہوتی ہے تو آپ بیتاب ہو کے اندر چلے جاتے ہیں۔ ایک نہایت ہی (مولانا مجھے معاف فرمائینگے) سفیہانہ حرکت ہے۔ مولانا کو یہ حق تو حاصل ہے کہ وہ وحی الٰہی کی صداقت کے نشانوں کا ہم سے مطالبہ کریں۔ مگر ان کو یہ زیبا نہیں کہ وہ ایک بات کا نام وحی رکھکر پھر اس کے نزول پر تمسخر و استہزا سے کام لیں ایک کافر عنید کا یہ فقرہ پڑھ کر مجھے بڑا صدمہ ہوا تھا۔ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ) مرگی کا عارضہ تھا جسے ان کے خوش اعتقاد نزول وحی سے تعبیر کرتے تھے۔ آج مولانا شرر نے اس سے بھی زیادہ صدمہ پہنچایا۔ کیونکہ یہ فقرہ ایک ایسے بزرگ کے قلم سے نکلا ہے۔ جسے دعوئی اسلام ہے۔

ہشتم۔ ارشاد ہوتا ہے کہ حاجی صاحب پر کچھ اثر نہیں پڑا۔ یہ تو ایک الگ مضمون میں (بشرط ضرورت) بتاؤنگا کہ حاجی صاحب پر کیا اثر پڑا۔ لیکن یہاں میں صرف اتنا ہی کہنا چاہتا ہوں کہ اگر حاجی صاحب پر اثر نہیں ہوا تو اس کا وبال بھی انہی پر ہے حضرت مسیح موعود کا کیا بگڑا۔ کیا کسی کا متاثر نہ ہونا آپ کے صدق دعویٰ پر موثر ہے کئی بد نصیب رسول اکرم سید المرسلین کے حضور میں گئے۔ اور جیسے کورے آئے تھے ویسے ہی کورے واپس چلے گئے۔ تو پھر کیا یہ امر شان ختم نبوت میں قادح ہوا۔ جو شان خاتم الخلفاء کو گھٹا نیوالا ہوگا۔ حاجی ریاض الدین احمد سے بہت بڑی شخصیتیں جو علم و فضل میں اپنا نظیر نہیں رکھتیں میرے سید و مولا حضرت کے برگزیدہ کے قدموں کا غبار اپنی آنکھوں کا سرمہ بنانے والی موجود ہیں کثرہم اللہ تعالیٰ۔ آخر میں میں مولانا عبدالحلیم صاحب شرر کی خدمت میں درخواست کرتا ہوں کہ وہ مہربانی فرما کر ان غلط واقعات کی تردید کریں اور آئندہ جس کام میں لگے ہیں اسی میں لگے رہیں اور اس شیروں کے بن میں قدم نہ رکھیں کہ ان کے لئے بہت خطرناک ہے۔

پیغام والوں نے روددررد تحریری مباحثہ سے بھی فرار کیا

ناظرین کو معلوم ہے کہ پہلے پیغام والوں نے خود ہی تقریری مباحثہ کی درخواست کی لیکن آخر شرائط کا تصفیہ نہ ہونے دیا۔ حالانکہ ہمارے قائمقام قادیان سے چلکر لاہور ان کے مکان تک پہنچے۔ پھر تحریری مباحثہ کا سوال اٹھا ہم نے اعلان کیا کہ گھر بیٹھے رہو اور سوالات کا جواب کسی غیر احمدی پرچے میں چھپواتے جاؤ۔ یہ بھی نہ مانا۔ پھر روددرد تحریری مباحثہ کا چیلنج دیا۔ وہ بھی ہم نے منظور کیا اور اس کے متعلق انہی کے مسلمات کے مطابق ایسی منصفانہ شرائط پیش کیں کہ دوست تو دوست عنید سے عنید دشمن مسافر اگر نے بھی لکھدیا کہ شرائط نہایت معقول ہیں۔ اب پیغام اخبار میں بالکل نئی شرائط پیش کر دی ہیں۔ اول تو یہ کہ مباحثہ بہرحال لاہور ہوگا یعنی ہم تو سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اور کتابیں لیکر وہ چار سو احباب کے ساتھ بیس تیس دن مسافرت میں گذار دیں اور ایک فریق مزے سے گھر بیٹھا رہے یہ کہاں کا انصاف ہے۔ دوم یہ کہ پہلے کہا جاتا تھا متنازعہ فیہ مسئلہ صرف نبوت کا ہے اس کا فیصلہ ہو جائے تو سب باتوں کا فیصلہ ہے مگر اب دس گیارہ باتیں لکھدی ہیں۔ کہ ہر بات پر علیحدہ علیحدہ بحث ہو۔ اور پھر ہم (پیغام والے) اخیر میں مدعی ہو کر ایسی باتیں اور پیش کریں گے۔ یعنی اگر ہر سوال کیلئے ایک ایک روز ہو تو کم از کم ۲۲ دن میں مباحثہ ختم ہو۔ سوم یہ کہ پہلے کہتے تھے ہم مباحثہ پبلک کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ہم نے لکھا کہ فریقین کے دو دو سو آدمی ہوں (اس میں احمدی غیر احمدی کی خصوصیت نہیں جس کو جس کا جی چاہے مدعو کرے صرف اپنے اپنے فریق کی ذمہ واری لینی ہوگی) تو اب کہا جاتا ہے کہ نہیں مباحثہ پرائیویٹ ہو اور صرف معاونین اور مناظرین کو ایک کمرہ میں بند کر دیا جائے۔ تو اس طرح کیا تحریری مباحثہ نہیں ہو سکتا۔ پھر آخیر میں لکھ دیا ہے کہ جو کچھ ہم نے لکھا ہے اس میں قطعاً تبدیلی نہ ہوگی گویا آئندہ گفتگو کرنے سے انکار کر دیا ہے بعبارت دیگر کھلا کھلا فرار کیا ہے۔ مگر ایسے ایسے عذرات یاوہ سے کیا وہ پیالہ ٹال سکتے ہیں جو مجھ(؟) اور اس کے رفقاء کو پینا پڑے گا۔ ہم حجت کو اس کے گھر تک پہنچایا کرتے ہیں۔

لمعات

قرآن مجید میں کوئی اختلاف نہیں! نمبر۲

آریہ گزٹ لاہور اپنی ۱۳ / اپریل کی اشاعت میں آیت واذا بدلنا اٰیۃ مکان اٰیۃ واللہ اعلم بما ینزل قالوا انما انت مفتر ط بل اکثرھم لا یعلمون ہ اور آیت ما یبدل القول لدی وما انا بظلام للعبید پیش کرکے اختلاف ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور لکھتا ہے۔ دیکھو کتنا بڑا اختلاف ہے کہ ایک جگہ بدلتا آیا ہے۔ جسکے معنے ہیں ہم نے بدلا۔ اور دوسری جگہ یبدل آیا ہے۔ جسکے معنے ہیں نہیں بدلتا۔ اسی طرح پھر آیت و اما الذین سعدوا ففی الجنۃ خالدین فیہا ما دامت السموات والارض۔ اور دوسری آیات اذا السماء کشطت اور اذا دکت الارض دکا دکا پیش کرکے اعتراض قائم کرتا ہے کہ آیت اول میں جنت کو سموات اور ارض کی موجودگی کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔ اور دوسری آیات صاف ظاہر کرتی ہیں کہ آسمان اور زمین تباہ ہو جائینگے۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ جنت بھی اسی وقت تک ہے جب تک زمین و آسمان ہے ؎

ہم اخبار الفضل نمبر... میں یہی لکھ چکے ہیں کہ تعصب کی پٹی ان لوگوں کی آنکھوں پر ایسی بندھی ہے کہ نہ تو قرآن شریف کے ربط کو دیکھتے ہیں نہ سیاق سباق کو۔ نہ عربی زبان کی فصاحت و بلاغت کو۔ نہ اسکے محاوروں کو۔ نہ قرآن شریف کے شان نزول کو اور نہ اسلوب قرآن کو۔ بغیر ان باتوں پر غور کئے ہوئے ایک آیت لی۔ اور اُسپر اعتراض کر دیا۔ مذکورہ بالا دونوں اعتراض بھی اسی بنا پر ہیں کہ پہلے اعتراض میں مہاشہ صاحب نے سیاق سباق پر غور نہیں کیا۔ تا ان دونوں آیتوں کے معنے آپ پر کھل جاتے۔ اور دوسرے اعتراض کرنے میں بھی آیتوں کے سیاق سباق محاورہ عربی کو نہیں دیکھا۔ اور کل آیت پر غور نہیں کیا۔ سنئیے۔ مہاشہ صاحب! پہلے اعتراض کے متعلق آیت موخر الذکر تو قیامت کے متعلق ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ دوزخیوں سے کہے گا کہ یہ ایک فیصلہ ہمارا پہلے سے ہے کہ ہر ایک کفار عنید مناع للخیر معتد مریب مشرک کو دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ اسکے برخلاف نہیں ہوگا۔ اور آیت ماقبل الذکر دنیا کے متعلق ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ اپنے نشانوں کے بدلنے کا ذکر فرماتا ہے۔ جو مختلف نشان کہ مختلف وقتوں میں نبیوں کی صداقت اور سچائی اور مومنوں کی مضبوطی ایمان کے لئے اُترتے رہتے ہیں۔

اب ان دونو آیتوں میں کسی قسم کا اختلاف ہی نہیں ایک کا مضمون کچھ اور ہے اور دوسری کا کچھ اور۔ اختلاف تو اسوقت ہوتا ہے۔ جب دونو کا ایک مضمون ہو اور بیان میں تناقض ہو۔ لیکن جہاں مضمون ہی مختلف ہو وہاں کہنا کہ ان کے بیان میں چونکہ تناقض ہے۔ اسلئے یہ اختلاف ہے درست نہیں۔ اور یہ بھی یاد رہے۔ کہ نشانوں کی تبدیلی اور ہر نبی کو الگ الگ معجزوں کا دیا جانا۔ خدا تعالیٰ کی لا انتہاء قدرت کا مثبت ہے۔ نہ کہ عجز کا۔ اور یہ معنے بھی ہو سکتے ہیں کہ ہم تو ایک نشان بدل کر دوسرا نشان۔ دوسرا بدلکر تیسرا نشان دیتے ہیں مگر لوگ ایسے بدبخت ہیں پھر بھی تجھے مفتری کہتے ہیں۔ اور اگر اس آیت کے معنے کلام اللہ کی آیت ہی کے لئے جاویں تو بھی کوئی اعتراض کی بات نہیں۔ کیونکہ کامل و حاذق حکیم جوں جوں مریض کی حالت بدلتی ہے۔ نسخہ بدلتا جاتا ہے۔ اس سے حکیم کی لیاقت پر حرف نہیں آتا۔ کیونکہ مرض بدلنے پر نسخہ بدلنا ضروری ہے۔ پہلے وید و توراۃ و انجیل میں مختص الزمان مختص القوم قانون تھا۔ پھر جب دنیا اپنے کمال کی حد کو پہنچ کر ایک شہر کے حکم میں آ گئی۔ تو قانون بھی مکمل دیا گیا۔ اس حکمت کو بعض نادان نہیں سمجھتے۔ اور چاہتے ہیں کہ جو قمیص ایک سال کے بچہ کے لئے تھا وہی جوانی میں اس کے کام آئے۔ اور ما یبدل القول میں قول سے مراد وعدہ ہے۔ یعنی جو بات ہم نے کہدی۔ کہ کفار عنید اور مشرک دوزخ میں ڈالے جاوینگے۔ وہ نہیں بدلیگی۔ اور تمام جہان کے مذاہب کی کتب الٰہیہ دیکھ ڈالو۔ کسی میں یہ نہیں لکھا۔ کہ خدا تعالیٰ کے احکام کے منکر سزا نہیں پائینگے۔ بلکہ انعام پائیگا۔ بس اس صورت میں بھی ما یبدل القول لدی ٹھیک ہے۔ اور اذا بدلنا اٰیۃ بھی اپنے محل پر درست ہے۔

دوسرا اعتراض

جواب اول۔ آیت واما الذین سعدوا ففی الجنۃ فیہا ما دامت السموات والارض الا ما شاء ربک ط عطاءً غیر مجذوذ میں دنیاوی زمین و آسمان کا ذکر ہی نہیں۔ بلکہ ففی الجنۃ فیہا ما دامت السموات والارض یعنی جنت کا جو آسمان اور زمین ہے جب تک وہ قائم ہیں۔ اسوقت تک جنت بھی ہے۔ اور جو زمین اور آسمان کے متعلق آیات آریہ مہاشہ نے پیش کی ہیں۔ وہ اس دنیوی زمین و آسمان کے متعلق ہیں۔ اور اسبات کا ثبوت کہ جنت کا آسمان اور زمین اور ہونگے قرآن شریف خود دیتا ہے۔ فرماتا ہے۔ والارض جمیعا قبضتہ یوم القیامۃ والسموات مطویٰت بیمینہ۔ یہ ظاہر ہے کہ جنت۔ قیامت قائم ہو کر ملیگی۔ اور یہ زمین اور آسمان قیامت کے دن قبضہ میں کر لئے جائینگے۔ اور لپیٹ لئے جائینگے۔ پھر فرماتا ہے۔ وجنۃ عرضہا کعرض السماء والارض جنت کی چوڑان زمین اور آسمان کی چوڑان کے برابر ہے۔ اب کسطرح خیال ہو سکتا ہے کہ یہی زمین و آسمان وہاں ہونگے۔ کیونکہ یہ موجودہ زمین و آسمان تو اس جنت کے عرض کے برابر ہیں۔ پس ضرور ہے کہ اس کا آسمان و زمین اور ہو۔ پھر ایک اور آیت میں تصریح سے اسبات کو بیان فرمایا ہے۔ کہ جنت کے زمین اور آسمان اور ہونگے دیکھو سورہ ابراہیم رکوع ۷ فرماتا ہے۔ یوم تبدل الارض غیر الارض والسموات و برزوا للہ الواحد القہار۔ اس آیت میں صاف فرما دیا۔ کہ اُس دن زمین اور آسمان اور ہوں گے۔ اور یہ زمین و آسمان بدل دئے جائینگے۔

جواب دوم ما دامت السموات والارض محاورات عربیہ میں ہمیشہ کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ عربی زبان کا یہ قاعدہ ہے کہ کلام عربی میں ہمیشگی کے معنے پیدا کرنے کے لئے ایسی چیزوں سے مشابہت قائم کی جاتی ہے۔ جو شروع نظام عالم سے چلی آتی ہیں۔ چنانچہ وہ کسی کے لئے ہمیشہ زندہ رہنے

کی دُعا کرتے ہوئے کہینگے کہ تو ہمیشہ زندہ رہ۔ جب تک کہ سورج چڑھتا رہے۔ یا تو ہمیشہ زندہ رہے۔ جب تک کہ پرندا اڑتے رہیں۔ تو ہمیشہ زندہ رہے جب تک دریا چلتے رہیں۔ اسیطرح یہاں مادامت السموات والارض استعمال ہُوا ہے۔

جواب سوم آیت کے الفاظ اِس بات کو ظاہر کر رہے ہیں کہ وہ ہمیشہ کے لئے ہے۔ اگر ہم مادامت السموات کے معنے یہی زمین آسمان بھی کرلیں۔ تو الا ماشاء اللہ۔ اِبات کو ظاہر کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اِس بات پر قادر ہے کہ وہ جنت کو قائم رکھے۔ اگر وہ چاہے۔ اور عطاءً غیر مجذوذ بتاتا ہے کہ اللہ کا یہ چاہنا ضروری ہو گا۔ کیونکہ اسکی بخشش غیر منقطع ہے۔ پس جنت ہمیشہ کے لئے ہے۔ اور آسمان کا کشطت اور زمین کا دکادکا ہو جنت کی دوامیت پر کوئی اثر نہیں ڈال سکتا۔ کیونکہ یہ قیامت سے پہلے کا ذکر ہے۔

اخبار عام فوراً تردید شایع کرے

اخبار عام مورخہ ۱۲ اپریل میں ایک چشمدید حالات لکھنے والا "مسلمان" میلہ شالامار باغ لاہور کی کیفیت کے ضمن میں ایک نہایت خطرناک بہتان بندی کا مرتکب ہوا ہے۔ جسپر نہ صرف نامہ نگار مذکور بلکہ اخبار عام بھی سخت مواخذہ کا مستوجب ٹھہرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "مرزائی فرقہ احمدی کی طرف سے بہت سے اشتہار دیکھے گئے تھے کہ مسیح موعود آچکا ہے۔ اب مہدی اور خردجال کی آمد آمد ہے۔ خردجال تو ریل گاڑی سمجھ لو۔ اور عیسائیوں کا زور دنیا میں ہو چکا۔ وغیرہ وغیرہ بہت سے الفاظ ہیں سرکار انگریزی کے برخلاف بھی تھے۔ نہ معلوم کیوں اہالیانِ پولیس نے ایسے اشتہار گورنمنٹ کو پیش نہ کئے یا کہ انکی نظروں میں نہ چڑھ سکے"۔

ہمیں معلوم نہیں وہ اشتہار کسکی طرف سے شایع ہوا۔ اور اس کا اصل مضمون کیا تھا۔ لیکن اصولاً یہ امر ہرگز ہرگز باور نہیں آسکتا۔ کہ کوئی احمدی اور ایسا اشتہار شایع کرے جسمیں گورنمنٹ انگریزی کی مخالفت کیگئی ہو کیونکہ جب اپنی گورنمنٹ کی خیر خواہی اور بغاوت کے تمام طریقوں سے اجتناب کرنا خود بانئی سلسلہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شرائط بیعت میں سے ہو تو احمدی ہو کر کیونکر کوئی شخص ایسی افسوسناک اور پُر خطر حرکت کی جرأت کر سکتا ہے جس سے جماعت احمدیہ کی شہرہ آفاق لائلٹی پر حرف آنے کا اندیشہ ہو۔ احمدی قوم کا کیرکٹر اس بات میں خدا کے فضل سے ایسا روشن اور بے داغ ہے کہ تمام انگریزی حکام بھی انکی طرف سے اچھی طرح آگاہ و مطمئن ہیں۔ اور اکثر اہم موقعوں پر انکی جانب سے اس کا اعتراف ہو چکا ہے۔ اسواسطے ہمیں حکام میں اپنی پوزیشن صاف کرنے کی مطلق حاجت نہیں۔ لیکن جو قابلِ ملامت غلط فہمی پھیلانے کی اخبار عام نے حقیقت حال سے بخوبی واقف ہونے کے باوجود کوشش کی ہے۔ وہ ضرور محتاجِ تردید ہے۔ ہمعصر مذکور کے رپورٹر نام کے مسلمان کا ہمیں اتنا شکوہ نہیں۔ کیونکہ ان لوگوں کی آنکھوں پر تو صدق وحق کی عداوت نے جہل و تعصب کے پردے ڈال رکھے ہیں۔ اور وہ جان بوجھ کر ہمارے خلاف صریح افترا پردازی و دروغ بیانی کو بھی عین کار ثواب سمجھتے ہیں۔

تعجب اور افسوس تو اخبار عام پر ہے۔ جس نے اس بالکل بے بنیاد رپورٹ کو شایع کرنے میں کچھ بھی آل اندیشی و احتیاط سے کام نہیں لیا۔ ہمعصر مذکور ایک پُرانا اخبار ہے۔ اور ملکی حالات کا اچھا واقف و تجربہ کار۔ پھر سلسلہ احمدیہ کے امام اور اسکے مقاصد سے ذاتی طور پر آگاہ۔ اس لئے اس کا شایع کردہ یہ بے ہودہ بیان سلسلہ عالیہ احمدیہ کا ایک صریح لائبل ہے۔ جسکی جوابدہی اسکے ذمہ عاید ہو گی۔ اگر وہ فوراً اسکی تردید و تلافی سے اپنا فرض ادا نہ کرے۔

ہمعصر موصوف سے یہ بھی مخفی نہ رہے کہ عیسائی مذہب اور چیز ہے۔ اور سرکار انگریزی چیزے دیگر۔ سلسلہ احمدیہ کی تاریخ سے جو شخص سرسری واقفیت بھی رکھتا ہو۔ اس سے یہ امر ہرگز پوشیدہ نہ ہو گا۔ کہ جہاں ایکطرف برٹش گورنمنٹ کی وفاداری اس سلسلہ کی امتیازی خصوصیات میں سے ہے۔ اس کے ساتھ ہی دیگر مذاہب باطلہ کے ساتھ موجودہ مسیحی مذہب کا علانیہ ابطال بھی شروع سے احمدیت کا ایک اہم کام رہا ہے۔ کیونکہ یہی برٹش گورنمنٹ کی برکات میں سے ایک قابلِ قدر و لایق شکر گذاری احسان عام ہے کہ اس نے جملہ اہل مذاہب کو اپنے اپنے دین کی اشاعت اور دیگر مذاہب پر تہذیب و متانت کے ساتھ اظہار فوقیت کی آزادی دے رکھی ہے تاکہ اسکی پیاری رعایا کو اظہار حق اور تلاش مقصود میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ اور منجملہ دیگر بے شمار احسانات کے جو برٹش گورنمنٹ کے رعایا پر ہیں۔ یہ مذہبی آزادی ہی اسکی ایک بڑی خوبی ہے۔ جسکی نظیر دنیا بھر کی حکومتوں میں نہیں مل سکتی۔ اور جسکے سبب خدائے تعالیٰ نے مسیح موعود کو اسی کی قلمرو میں مبعوث فرمایا۔ اور جسکی وجہ سے ہمارا سلسلہ بعض دیگر قوموں اور فرقوں کی طرح بطور ظاہرداری و ریاکاری کے نہیں۔ بلکہ پوری بصیرت اور صدق نیت کے ساتھ اس حکومت کا ممنون و مداح ہے۔ کیونکہ اس کا قانون دین حق کی اشاعت میں صریحاً معاون ہونے کی حیثیت سے خدا تعالیٰ کی ایک نعمت اور مجسم رحمت ہے۔

زہے طلبی سخن و زین ست

مولوی ثناء اللہ صاحب کی کتب کے بارے میں مولوی احمد اللہ صاحب کا فتویٰ ہے کہ انکو جلا دیا جائے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں۔ کہ اس کی آسان ترکیب یہ ہے۔ سب خرید کر آگ لگا دیں۔ اس فقرے سے ایڈیٹر اہلحدیث کے دل کی مخفی بات ظاہر ہوئی ہے واللہ مخرج ما کنتم تکتمون۔ وہ یہ کہ ابو الوفا صاحب کا منشاء کتب کی تالیف و اشاعت سے نشر حق نہیں۔ بلکہ محض پیسے کمانا۔ چنانچہ ایسی نازک حالت میں بھی ان کو اپنے پیسوں کا خیال رہا کتابیں جاتی ہیں بھاڑ میں۔ مسیح موعود اسی انہماک فی الدنیا کو دور کرنے آیا تھا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

ظفر علیخان نے اپنے پورے عروج کے زمانہ میں کہا تھا کہ سلسلہ احمدیہ اور محمود ہے کیا چیز۔ اپنے قلم کی ایک کشش سے اس کی ہستی کو مٹا سکتا ہوں۔ اس کے بعد ہی خدا کی غیرت نے ایسا انقلاب پیدا کیا کہ تھوڑے ہی عرصے بعد خود اسی کے قلم کی کشش کی ہستی مٹ گئی۔ یعنی جس ذریعہ سے وہ ہستی مٹانا چاہتے تھے یعنی زمیندار وہ بند ہوا۔ پھر اس کا قائم مقام لمعات تھا۔ وہ بھی اپنے بھائی سے جا ملا۔ یہ نتیجہ ہے بڑے بول کا۔ اور خدا کے برگزیدوں کی بے ادبی اور انکی جناب میں گستاخی۔ اور اسکے قائم کردہ سلسلہ کی ہتک لعزت [illegible] فاعتبروا یا اولی الابصار۔

وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ اَحْمَدُ

تصدیق المسیح

ایک صاحب نے چند سوالات دربارہ پیشگوئی اسمہٗ احمد بھیجے ہیں۔ جن کا جواب حافظ جمال احمد صاحب نے لکھا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ خوب لکھا ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔ (ایڈیٹر)

محبت اہلبیت

پہلا سوال۔ براہین احمدیہ صفحہ ۵۰۲ و ۵۰۳ سے ظاہر ہے کہ جو شخص حضرت احدیت کے مقربین میں داخل ہوتا ہے۔ وہ انہیں طیبین طاہرین کی وراثت پاتا ہے پس جب حضرت علی خود نبی نہ تھے۔ تو مرزا صاحب کیونکر ہو گئے؟

جواب۔ آپ نے شاید بغور حضرت مرزا صاحب کی عبارت مندرجہ براہین احمدیہ کو نہیں پڑھا۔ ورنہ آپ کے سوال کا جواب، تو اسی عبارت میں ہی آ گیا ہے۔ دیکھئے حضرت صاحب فرماتے ہیں۔ افاضہ انوار الٰہیہ میں محبت اہلبیت کو بھی نہایت عظیم دخل ہے۔ اس عبارت میں لفظ بھی قابل غور ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت احدیت کے مقربین میں داخل ہونے کے لئے اہلبیت سے محبت کرنے کے علاوہ کسی اور کی محبت بھی ضروری ہے۔ اور وہ آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جن کا ذکر ماقبل کی عبارت و الہامی درود میں ہے۔ اسی واسطے مابعد کے کشف میں بھی سب سے پہلے مرزا صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لکھا ہے، اور بعد میں اہلبیت کا جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ خدائے تعالیٰ کے مقربین میں داخل ہونے کے لئے (یعنی نبوت کا درجہ پانے کے لئے کیونکہ نبی سے بڑھ کر کوئی مقرب نہیں ہو سکتا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت سے بھی محبت کا ہونا ضروری ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے۔ کہ قیامت کے روز خدا تعالیٰ بعض مجرمین سے کہیگا کہ میں بھوکا تھا تمنے مجھے کھانا نہیں کھلایا۔ میں ننگا تھا تم نے مجھے کپڑا نہیں پہنایا۔ وہ جواب دینگے کہ تو تو رب العلمین ہے۔ تو کب بھوکا تھا کہ ہمنے تجھے کھانا نہیں کھلایا۔ اور تو کب ننگا تھا کہ ہمنے تجھے کپڑا نہیں پہنایا۔ خدا تعالیٰ فرمائیگا کہ میرا ایک پیارا بندہ تم میں بھوکا رہا تم نے جو اسکو کھانا نہیں کھلایا۔ گویا میں بھوکا تھا۔ اور تم نے مجھے کھانا نہیں کھلایا۔ اور میرا ایک پیارا بندہ تم میں ننگا رہا تمنے اسکو کپڑا نہ اوڑھایا۔ گویا میں ننگا تھا۔ اور مجھے تم نے کپڑا نہیں دیا۔ اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعوے رکھنے والا اپنے دعوے میں تب ہی سچا ٹھہر سکتا ہے۔ جبکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے اور حقیقی اہلبیت سے بھی محبت رکھتا ہو ٭

پس طیبین طاہرین میں اولاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ اور پھر آپ کے اہلبیت بھی۔ پس ان سب کے علوم و معارف کا وارث نبی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ مورث اعلیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ فبھداھم اقتدہ پر غور کریں کہ تمام انبیاء سابقین کے متفرق کمالات اپنے اندر جمع کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیا سے بڑھ گئے۔ اسیطرح حضرت مرزا صاحب جمیع اہل بیت طیبین طاہرین کہ اس میں دیگر اولیاء اللہ و مجددین امت بھی شامل ہیں۔ ان سب کے کمالات اپنے اندر لے کر ان سے بڑھ گئے۔ اور جو کہ ان میں متفرق طور پر تھا۔ جب آپ میں مجموعی طور پر آ گیا۔ تو آپ نبی بن گئے۔ اور وہ نبی نہ تھے ٭

حضرت علی کے نبی نہ ہونے کی وجہ

یہ سوال کہ حضرت علی نبی کیوں نہ ہوئے۔ اور دیگر اہلبیت نے یہ مرتبہ کیوں نہ پایا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر حضرت علی یا دیگر اہل بیت کامل طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم اور معارف کے وارث ہوتے اور ضرورت زمانہ بھی متقاضی ہوتی تو ضرور وہ بھی نبوۃ کا درجہ پاتے۔ کیونکہ قرآن کریم میں آیا ہے۔ ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصلحین۔ کہ جو اللہ اور رسول یعنی حضرت نبی کریمؐ کی اطاعت کرتا ہے۔ وہ حسب مرتبہ اطاعت نبیوں میں شامل ہو سکتا ہے۔ صدیق بن سکتا ہے۔ شہید اور صالح بن سکتا ہے یعنی اگر کامل اطاعت کرنیوالا ہے۔ تو نبی اس سے کم جو ہو گا وہ صدیق اور اس سے کم شہید اور اس سے کم صالح کا مرتبہ ہے۔ پس حضرت ابوبکر صدیق تھے۔ حضرت عمر۔ عثمان۔ علی وغیرہ شہید تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جامع جمیع کمالات ہیں۔ پس جو شخص ان کا کامل متبع نہ ہو وہ تمام علوم و معارف کا وارث نہیں ہو سکتا۔ اسواسطے وہ نبی بھی نہیں ہو سکتا۔ اسکی مثال یوں ہو سکتی ہے کہ قرآن کریم کے تیس پاروں کو یاد کرنے والا حافظ کہلا سکتا ہے۔ لیکن متعدد اشخاص جنمیں سے کسی نے آٹھ پارے یاد کئے ہوئے ہیں۔ اور کسی نے دس اور کسی نے بارہ۔ انمیں سے کوئی بھی حافظ نہیں کہلا سکتا۔ لیکن جو شخص ان سب کا وارث ہو وہ تیس کے تیس پاروں کا یاد کرنیوالا حافظ کہلائے گا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو گویا حافظ تھے۔ اہلبیت اور ان کے متعلقین بعض جزئی کمالات کے وارث تھے۔ ورنہ بمطابق آیت ومن یطع اللہ والرسول وہ ضرور نبی بنتے۔ پس "جو شخص حضرت احدیت کے مقربین میں داخل ہوتا ہے وہ انہیں طیبین طاہرین کی وراثت پاتا ہے"۔ جو شخص کا لفظ فرد واحد پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی ایک ہی آدمی جو ان متعدد طیبین طاہرین متفرق کمالات کے وارثین کا تنہا مجموعی طور پر وارث ہو گیا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ آپ کے اہلبیت سے بھی محبت رکھے کیونکہ متفرق طور پر وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کے وارث ہیں۔ جو ان سے محبت نہیں کرتا۔ گویا آنحضرتؐ کے ان کمالات کی ہتک کرتا ہے جو متفرق طور پر انمیں پائے جاتے ہیں۔ پس اول تو آنحضرتؐ کے علوم اور معارف کا کامل وارث نبی ہو سکتا ہے۔ اسکے بعد آنحضرۃ کے اہلبیت۔ جو کہ آنحضرتؐ کے متفرق کمالات کے متفرق طور پر وارث ہیں۔ جو مجموعی طور پر ان کا وارث ہو گا۔ وہی نبی ہو سکتا ہے ٭

لانبی بعدی کے معنے

پھر آپ نے جو حدیث لکھی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا علی انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لانبی بعدی۔ ایک جنگ پر جاتے ہوئے آنحضرتؐ نے حضرت علی کو یہ کلمات فرمائے تھے۔ اور کلمات کے کہنے کی حکمت یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ قرآن کریم میں آتا ہے۔

لا یستوی القاعدون من المؤمنین ...... والمجاھدون ۔ کہ جہاد میں شامل ہونیوالے اور نہ شامل ہونیوالے برابر نہیں ہو سکتے ۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فراست سے معلوم کر کے حضرت علی کو فرمایا کہ تمہارا پیچھے رہنا اس قسم کا نہیں کہ تمہارا درجہ کم ہوتا ہو ۔ بلکہ تمہارا پیچھے رہنا اس قسم کا ہے جسطرح حضرت ہارون حضرت موسےٰ کے بعد اخلفنی فی قومی کے ماتحت خلیفہ ہوئے ۔ ہاں ہارون میں اور تم میں یہ فرق ہے کہ وہ تو موسےٰ کے بعد نبی بھی تھا اور خلیفہ بھی ۔ لیکن میرے بعد تو خلیفہ ہی ہے نبی نہیں ۔ پس جس صورت میں آنحضرت صلعم کی دوسری احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت نے آنے والے مسیح کو نبی فرمایا ۔ اور نیز نزول علیہ جبریل آنحضرت سے منقول ہے ۔ تو پھر آنحضرت صلعم کے قول لا نبی بعدی کا وہ مفہوم آپ کیوں لیتے ہیں ۔ جو آنحضرت کی دوسری صحیح حدیث سے ٹکراتا ہے ۔ اور آپ کے پاک کلام میں تناقض پیدا کرتا ہے ؏

اسمہٗ احمد کی پیشگوئی کا مصداق کون ہے!

آپ نے لکھا ہے کہ مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کے مصداق مرزا صاحب نہیں ہو سکتے ۔ اور اسپر چند تائیدی سوالات بھی تحریر فرمائے ہیں ۔ میرے خیال میں یہ بھی آپکے قلّت تدبر کی وجہ سے ہے سب سے پہلے اگر آپ حضرت عیسیٰ کے قول مبشراً پر ہی غور کرتے تو ایک حد تک آپ کا سوال حل ہو جاتا ۔ اگر احمد سے مراد حضرت نبی کریم صلعم لئے جائیں ۔ تو حضرت عیسیٰ اپنے آپ کو مبشر نہیں کہہ سکتے ۔ مبشر وہی ہو سکتا ہے ۔ جو سب سے پہلے خبر دے ۔ مثلاً زید ایک شخص سے خوشخبری پا چکا ہو کہ اس کا بیٹا آ گیا ہے ۔ اور یہ خبر مشہور ہو چکی ہو تو ایسی صورت میں کیا کوئی عقلمند زید کے پاس جا کر یہ کہہ سکتا ہے کہ میں خوشخبری لایا ہوں ۔ کہ تمہارا بیٹا آ گیا ۔ پس جس صورت میں تورات کھلے لفظوں میں محمدؐ کا نام لیکر حضرت عیسیٰ سے صدیوں پہلے پکار پکار کر خوشخبری دے رہی تھی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت صلعم کی پیشگوئی کرتے میں اپنے آپکو مبشر کسطرح کہہ سکتے ہیں ۔ پس معلوم ہوا کہ اس احمدؐ سے مراد نبی کریم نہیں بلکہ کوئی اور احمدؐ ہے ۔ صاحب شریعت نبی نے یعنی حضرت موسیٰ نے صاحب شریعت نبی یعنی حضرت نبی کریمؐ کی پیشگوئی کی ۔ اور غیر تشریعی نبی یعنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے مثیل غیر تشریعی رسول کی پیشگوئی کی ہے ۔ (رسول اور نبی میں قرآن نے کوئی فرق نہیں کیا ۔ مثلاً حضرت اسمٰعیل کو رسول اور نبی ہر دو القاب سے ملقب فرمایا ۔ حالانکہ وہ کوئی شریعت نہیں لائے تھے ؏)

غور کرو احمدؐ کس رسول کا نام ہے

پھر پیشگوئی ان الفاظ میں ہے ۔ ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمدؐ کہ اس موعود رسول کا نام احمدؐ ہوگا ۔ اب دیکھنا چاہیئے ۔ کہ نبی کریم کی والدہ نے آپ کا کیا نام رکھا سو ظاہر ہے کہ محمدؐ رکھا ۔ احمدؐ نہیں ۔ لوگ اگر مخاطب کرتے ہیں تو محمدؐ کے نام سے درود بھیجا اگر بتایا گیا تو محمدؐ پر قرآن میں بھی جہاں کہیں خدا نے آپ کا نام لیا ہے تو محمدؐ ہی لیا ہے ۔ پس یہ کسطرح تسلیم کر لیا جاوے ۔ کہ آپ کا نام احمدؐ تھا ہاں احمدیت کی صفت آپ میں ضرور پائی جاتی تھی ۔ آپ خدا کی بڑی حمد کرنے والے تھے ۔ مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا ۔ کہ آپکا نام بھی احمدؐ تھا ۔ مثلاً میرا نام عبداللہ نہیں لیکن معنے کے لحاظ سے میں عبداللہ بھی ہوں ۔ پس معنے کے لحاظ سے اس پیشگوئی کے مصداق آنحضرت صلعم ہو سکتے ہیں ۔ ورنہ نام کے لحاظ سے اسکے مصداق حضرت مرزا صاحب ہیں ؏

من بعدی کی تفسیر

حضرت عیسیٰ فرماتے ہیں کہ تورات میں جسکی پیشگوئی کی گئی ہے یعنی آنحضرت کی ۔ اسکی بھی میں تصدیق کرتا ہوں ۔ لیکن میں تم کو ایک اور رسول کی بھی بشارت دیتا ہوں ۔ جس کا نام احمدؐ ہوگا اگر کہا جائے کہ بعدی کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ اس پیشگوئی کے مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ کے بعد اگر کوئی نبی آیا ہے تو وہ آنحضرت صلعم ہیں اس کا جواب یہ ہے ۔ کہ مرزا صاحب بھی حضرت عیسیٰ کے بعد ہی آئے ہیں ۔ پھر قرآن کریم میں آتا ہے ۔ یقومنا انا سمعنا کتابا انزل من بعد موسیٰ ۔ اپنی قوم کو وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم قرآن کریم سنکر آئے ہیں جو موسےٰ کی کتاب کے بعد اترا حالانکہ تورات کے بعد انجیل کا نزول ہوا ۔ پس یہ اعتراض ایک مغالطہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا ؏

ماضی کے صیغے مشعر ہیں کہ یہ بات ضرور ہو گی!

یہ سوال کہ فلما جاءھم اور قالوا ماضی کے صیغے ہیں ۔ اسواسطے بعد نزول قرآن اس پیشگوئی کا مصداق کوئی دوسرا شخص نہیں ہو سکتا ۔ اس کا جواب یہ ہے ۔ کہ جو بات ضرور ہی ہونی ہو اسکو ماضی کے لفظوں میں استعمال کر دیا جاتا ہے ۔ جیسے قرآن میں آیا ہے ۔ ولو تری اذ وقفوا علی النار فقالوا حالانکہ یہ معاملہ قیامت کو ہونیوالا ہے ۔ لیکن اذ قال ربک للملٰئکۃ کی طرح ماضی کے صیغوں میں استعمال کیا گیا ہے ۔ اسکی وجہ یہی ہے کہ یقیناً قیامت نے قائم ہونا ہے ۔ اور اسکی وہاں ایسی ہی حالت ہونی ہے ۔ جسوقت ہمارے قرض خواہ کو ہم پر پورا یقین ہوتا ہے ۔ تو وہ بھی ماضی کے لفظ استعمال کر کے کہتا ہے کہ (جی روپیہ پہنچ گیا) لو نبی کریم نے فرمایا ہے کہ عدۃ المؤمن کاخذ الکف کہ مومن کے وعدے کو ایسا سمجھو کہ گویا اس نے تمہارا مال تم کو دیدیا ۔ کیونکہ تخلف وعدہ مومن کی شان سے بہت بعید ہے ۔ پس یہاں پر بھی چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا تعالیٰ جیسی پاک ذات سے وعدہ پاکر بشارت دیتے ہیں ۔ اور یقیناً خدا تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کرنا تھا اس لئے ماضی کے صیغے استعمال کئے گئے ۔ چنانچہ قرآن کریم کی رو سے جو زمانہ اسکی آمد کا معلوم ہوتا تھا ۔ اس زمانہ میں وہ مبعوث ہوا اور لوگوں کو دعوت دی ۔ زمانے کا ذکر میں آگے چلکر کرونگا

غلام احمدؐ نام کی علت غائی

تیسرا آپ کا یہ سوال ہے کہ بشارت تو احمدؐ کی ہے ۔ اور مرزا صاحب غلام احمدؐ ہیں ۔ جواباً عرض ہے کہ اس نام کی ترکیب پر آپ اگر غور فرماوینگے ۔ تو آپ کا سوال بھی آسانی سے حل ہو جائے گا ۔ مطلق غلام احمدؐ نہ عربی ہے ۔ کیونکہ اس حالت میں غلامُ احمدَ ہوتا ۔ اور نہ یہ نام فارسی بن سکتا ہے ۔ کیونکہ اس صورت میں غلامِ احمدؐ ہوتا ۔ اور نہ ہی یہ نام اُردو ہو سکتا ہے ۔ کیونکہ اس صورت میں احمدؐ کا غلام ہونا چاہیئے تھا ۔ اصل بات یہ ہے کہ اس ملک میں نام نہیں لکھے جاتے ۔ اصل نام کے ساتھ کچھ اضافہ کر دیا جاتا ہے ۔ ورنہ عرب میں تو صرف احمدؐ اور محمدؐ رکھ دیا جاتا ہے ۔ چونکہ حضرت صاحب کے خاندان میں غلام کا لفظ

اصل نام کے ساتھ اضافہ کے طور پر اس ملک کے رواج کے مطابق چلا آتا تھا۔ اسواسطے آپکے نام کے ساتھ بھی غلام لگا دیا گیا چنانچہ حضرت مرزا صاحب کے والد نے اپنے دونوں بیٹوں کے نام پر دو گاؤں آباد کئے۔ ایک کا نام قادر آباد اور دوسرے کا نام احمد آباد رکھا۔ میرے خیال میں قدرت نے آپکے نام کے ساتھ غلام اس لئے لگوا دیا۔ کہ احادیث میں آتا ہے کہ مسیح جوان ہوگا۔ اور غلام کے معنے جوان کے ہیں۔ جس سے یہ بتایا گیا۔ کہ اس کے کام جوانوں کے سے ہیں۔ کہ مستقل مزاج بڑا دلاور بڑا کارکن ہوگا۔ چنانچہ آپکے عملی نمونہ نے اسبات پر مہر لگا دی۔ غیر مذاہب والے تو کیا مسلمان بھی آپکے خون کے پیاسے ہو گئے۔ پھر بیگانے تو کیا اپنی قوم اور رشتہ دار بھی دشمن ہو گئے۔ پھر کس ہمت و شجاعت سے آپنے دنیا کا مقابلہ کر کے کئی لاکھ کی جماعت پیدا کی۔ اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد وعلی عبدک المسیح الموعود بارک وسلم ؛

رسول کریم اور صحابہ کرام کو اس پیشگوئی کا علم تھا

پھر آپنے یہ اعتراض کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہیں اشارۃً تک نہیں کیا کہ پیشگوئی ہمارے متعلق نہیں کسی اور شخص کے متعلق ہے۔ جو ہمارے بعد آئیگا۔ جواباً عرض ہے کہ عدم ذکر سے عدم شے لازم نہیں آتا۔ ہاں اگر آپ نبی کریم کی کوئی ایسی حدیث پیش کریں جسمیں آنحضرت نے فرمایا ہو۔ کہ اس پیشگوئی کا میں ہی مصداق ہوں۔ تو پھر ہمیں کوئی عذر نہیں ہو سکتا ؛

باقی رہا یہ کہ تمام صحابہ کو بھی علم ہونا چاہیئے۔ جواباً عرض ہے کہ قرآن کریم غیر محدود ذات کا کلام ہے۔ اسکے علوم کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا۔ ہر زمانہ میں اسکے نئے علوم اور معارف زمانہ کی حالت کے مطابق اس سے نکلتے رہے ہیں۔ اور نکلتے رہینگے پس ضروری نہیں کہ تمام معارف و حقایق کا صحابہ کرام نے احاطہ کر لیا ہو خصوصاً اس صورت میں کہ وہ احمد ان کے زمانے میں آنیوالا تھا۔ ہاں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم تھا۔ جبھی تو فرمایا۔ اسمہ اسمی۔ اس کا نام میرا نام ہے۔ بلکہ یہانتک فرمایا کہ یدفن معی فی قبری کہ وہ میری قبر میں دفن کیا جائیگا یہ اشارہ تھا اسبات کیطرف کہ مجھ میں اور آنیوالے احمدؐ میں اتحاد کامل ہے اور یہ کلمہ بالکل سچ ہے کہ مسیح موعود محمدؐ است وعین محمدؐ است ؛

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ جمعہ

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح والمہدی ثانی ایدہ اللہ

فرمودہ ۱۴ اپریل ۱۹۱۶ء

وما خلقنا السماء والارض وما بینھما باطلا ذٰلک ظن الذین کفروا۔ فویل للذین کفروا من النار۔ ام نجعل الذین امنوا وعملوا الصلحٰت کالمفسدین فی الارض ام نجعل المتقین کالفجار

(۳۸+۲۶-۲۷)

انسان ہی بالارادہ ہستی ہے!

اللہ تعالیٰ کی وہ مخلوق جو ہماری نظروں کے سامنے ہے۔ اور جس تک ہمارا علم پہنچ سکتا ہے۔ اسپر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تمام مخلوق میں سے ایک ہی ہستی ایسی ہے۔ کہ جو اپنے اندر ارادہ کی قوت رکھتی ہے اور جسکے اندر اسکے استعمال کی طاقت پیدا کیگئی ہے۔ اور وہ انسان ہے۔ بڑے بڑے کرے جو زمین کے علاوہ آسمان پر ہیں۔ یعنی سورج۔ چاند اور ستارے پھر زمین اور اسکے اندر کی تمام اشیاء اور خاصکر حیوانات ان تمام پر غور کر کے دیکھا جائے تو سوائے انسان کے سب کی سب ایک خاص قانون کے ماتحت چلتی ہیں۔ اور اس سے ذرا بھی ادھر ادھر نہیں ہو سکتیں۔ جس رنگ جس طرز اور جس طاقت کے ساتھ خدا نے انکو پیدا کیا تھا اسکے علاوہ نہ تو انہوں نے کسی بات میں ترقی کی ہے۔ اور نہ ہی تنزل بے جان چیزیں تو علیحدہ رہیں

حیوانات میں ترقی کا مادہ نہیں!

حیوانات بھی ارادہ اور قدرت نہیں رکھتے۔ اور انمیں بھی ترقی کا مادہ نہیں ہے۔ جس دن سے دنیا کی ابتدا ہوئی ہے۔ شیر غاروں میں ہی رہتے ہیں۔ بندر درختوں کے اوپر۔ مچھلیاں پانی کے اندر زندگی گذارتی رہی ہیں۔ اسی طرح پرندے ہواؤں میں اڑتے۔ درختوں پر گھونسلے بناتے چلے آ رہے ہیں۔ اس میں کبھی تغیر نہیں ہوا۔ نہ آدم علیہ السلام کے وقت نہ ان کے بعد۔ اور نہ اب۔ بلکہ ایک ہی حالت میں چلے آ رہے ہیں۔ بیا ایک عمدہ گھونسلا بناتا ہے۔ مگر ایسا ہی حضرت آدم کے زمانہ میں بنایا کرتا تھا۔ اسیطرح فاختہ جس قسم کا آج گھونسلا بناتی ہے۔ آج سے ہزار۔ دو ہزار۔ تین ہزار۔ چار ہزار سال پہلے بھی ایسا ہی بناتی تھی ؛

انسان میں ترقی کا مادہ ہے

مگر انسان کی حالت کبھی ایک حالت پر نہیں رہی۔ بلکہ ہر صدی میں بدلتی رہی ہے۔ کوئی زمانہ ایسا تھا کہ انسان بالکل ننگا رہتا تھا۔ پھر وہ زمانہ آیا۔ کہ درختوں کی چھالوں اور پتوں سے اپنا جسم ڈھانکنے لگا۔ پھر جانوروں کی کھالوں کو پہننے لگا۔ پھر کوئی زمانہ ایسا تھا کہ درختوں کی باریک شاخوں سے پتوں میں سوریاں نکالکر گھاس کے ریشے انمیں ڈالکر اپنے لئے کپڑے سینے لگا۔ پھر لوہا۔ روئی دریافت ہوئی۔ اور یہ کپڑے بننے اور سینے جانے لگے۔ اس سے ترقی کرتے کرتے آج انسان اس حالت کو پہونچا ہے۔ کہ اتنی قسم کے کپڑے تیار ہو گئے کہ کوئی گن بھی نہیں سکتا۔ اسی طرح ایک وقت تھا جبکہ انسان کچی غذائیں کھاتا تھا۔ پھر سورج کی گرمی سے بھون کر کھانے لگا پھر آگ دریافت ہوئی۔ تو اس میں ڈال کر پکانے لگا۔ اس کی ترقی کرتے آج اس حالت کو پہنچا کہ ہزاروں قسم کے نفیس سے نفیس کھانے تیار کرنے لگا۔ یہی حال پینے کی چیزوں کا ہے۔ اور یہی سوسائٹی کے تعلقات کا۔ غرضیکہ ہر ایک وہ کام جس کا انسان سے تعلق ہے۔ وہ جس حالت میں آج سے سو سال پہلے تھا۔ آج اس سے بڑھ کر حالت میں ہے۔ اور آج سے ایک سو سال بعد اور بڑھ کر ہوگا۔ یہ تو نسل انسانی کا تغیر و تبدل ہے۔ اسی طرح ہر انسان میں بھی تغیر ہوتا ہے۔ ایک وہ وقت ہوتا ہے۔ جبکہ انسان بات کرنے کی بھی طاقت نہیں رکھتا۔ لیکن ایک وقت آتا ہے کہ خوب بول سکتا ہے۔ پھر ایک وقت آتا ہے۔ جبکہ وہ کچھ پڑھ نہیں سکتا لیکن ایک وقت آتا ہے جبکہ وہ بڑا عالم اور فاضل ہو جاتا ہے۔ تو جسطرح نسل انسانی مجموعی حالت میں ترقی کرتی ہے اسیطرح ہر ایک انسان بھی ترقی کرتا ہے۔ اور ایک ادنیٰ حالت سے لیکر عظیم الشان درجہ تک پہنچ جاتا ہے۔ پیدا ہونے کے وقت تمام بچوں کی ایک ہی حالت ہوتی ہے ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے :-

کہ اے انسان تو جس وقت پیدا ہوا تھا۔ تو رو رہا تھا اور لوگ تجھ پر ہنس رہے تھے (کسی پر ہنسنا اسی کی تحقیر کرنے کے معنوں میں بھی آتا ہے) اب تو ان سے بدلہ لے۔ اور وہ اس طرح کہ ایسے اچھے اعمال کر اور لوگوں کو اتنا فائدہ پہنچا۔ کہ جب تو مرے تو لوگ روئیں۔ اور تو ہنسے اور خوش ہو کہ میں خدا کے پاس جا رہا ہوں۔ تو سب بچے روتے ہوئے تنگ دعقر نگ آمد جو ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح آئے تھے۔ اور آپ کا بدترین دشمن بھی اسی طرح آیا تھا۔ مگر آپ نے تو ایسی ترقی کی۔ کہ معراج کے وقت جبرائیل بھی پیچھے کھڑا رہا۔ اور آپ سے کہا کہ آپ آگے چلے جائیں مجھ میں آگے جانے کی طاقت نہیں ہے۔ تو فرداً فرداً بھی انسانوں کی یہی حالت ہوتی ہے۔ انسانوں میں بڑی بڑی ترقیات کے مادے رکھے گئے ہیں اس لئے کوئی انسان ہر وقت ایک حالت پر قائم نہیں رہتا۔ اور نہ رہ سکتا ہے۔ اور نہ کوئی قوم رہتی ہے۔ اور نہ رہ سکتی ہے وہ حالت جس کا نام کسی قوم کا ایک حالت میں ٹھہرنا رکھا جاتا ہے۔ وہ اصل میں ٹھہرنا نہیں ہوتا۔ بلکہ گرنا ہوتا ہے۔ یعنی اس وقت اس قوم کا گرنا شروع ہو جاتا ہے۔ کیونکہ انسان ہر وقت ترقی یا تنزل کرتا رہتا ہے۔ کبھی نیچے کو آتا ہے تو کبھی اوپر کو جاتا ہے یعنی ہر وقت حرکت میں رہتا ہے جب انسان خدا تعالیٰ کی عطا کردہ طاقتوں سے کام لینا چھوڑ دیتا ہے۔ تو نیچے گرنا شروع ہو جاتا ہے جس طرح ایک شخص رسا کو پکڑ کر اوپر چڑھ رہا ہو۔ وہ جب اپنی طاقت کو کم کریگا تو نیچے کو آنا شروع ہو جائیگا یہی حال انسانی ترقی کا ہوتا ہے۔

انسان اور دیگر مخلوقات میں مابہ الامتیاز

غرض انسان اور دوسری تمام مخلوق میں یہ فرق ہے۔ کہ انسان اپنے اندر ترقی کی اس قدر طاقتیں رکھتا ہے۔ کہ جن کا اندازہ بھی نہیں ہو سکتا۔ جو شخص کہتا ہے۔ کہ میں نے انسانی ترقی [illegible] کا اندازہ کر لیا ہے۔ وہ جھوٹا ہے۔ اور خدا نے اسکے جھوٹ کو اس طرح ثابت کر دیا ہے۔ کہ ایک وقت میں جن باتوں کو انسان اپنی انتہائی ترقی سمجھتے ہیں دوسرا وقت اس سے بڑھکر ترقی دکھا دیتا ہے۔ تمام دنیا میں ایک ہی ایسا انسان ہوا ہے جس کی نسبت کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ اس نے تمام انسانی ترقی کے مدارج حاصل کر لئے ہیں۔ اور وہ ہمارے آنحضرت صلی علیہ وسلم ہیں۔ مگر یہ بھی جھوٹ ہے۔ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جو آج سے تیرہ سو سال پہلے تھے وہ آج نہیں ہیں۔ بلکہ بہت بڑھ گئے اور ہر وقت بڑھتے رہتے ہیں۔ کیونکہ کروڑوں انسان ہر وقت آپکے لئے ملکر صلے اللہ علیہ وسلم کہنے والے ہیں۔ پھر جس قدر نیکی دنیا کو آپ سے پہنچ رہی ہے۔ وہ کیا آپ کو ایک جگہ پر رہنے دیتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ آپ اوپر ہی اوپر جا رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی لئے رب زدنی علما کہنے کا حکم ہوا تھا۔ آپ کی وفات کے وقت جو آپ کا درجہ تھا۔ وہ اس سے دس منٹ پہلے سے زیادہ تھا۔ اور ہمیشہ زیادہ ہی زیادہ ہوتا جا رہا ہے۔ یہ تو انسان کی حالت ہوئی۔ اس کے مقابلہ میں باقی جس قدر اشیاء ہیں۔ ان میں ترقی کا مادہ ہے ہی نہیں۔ وہ ایک حد کے اندر محدود رہتی ہیں۔ اور پھر وہ ارادے اور قدرت سے کوئی کام نہیں کرتیں بلکہ مشین کے طور پر چلتی ہیں۔ شیر کو دیکھو جس رنگ میں خدا تعالیٰ نے پیدا کیا تھا۔ اسی رنگ میں اب بھی ہے۔ اس طرح گدھا ہے کو جس رنگ میں پیدا کیا تھا۔ کہ گھاس کھائے وہ اب بھی گھاس ہی کھاتا ہے۔ اور ویسا ہی ہے۔ جیسے حضرت آدم کے وقت تھا۔ اسی طرح گھوڑا ہے۔ اس تمام نظارہ کو دیکھکر ہمیں ایک بات معلوم ہوتی ہے۔ اور وہ یہ کہ انسان کے سوا اور کوئی چیز طاقت اور ارادہ نہیں رکھتی۔ بلکہ ان میں انفعالی طاقت ہوتی ہے۔ یعنی ایک دوسری چیز اپنا اثر ڈال کر ان میں تغیر پیدا کر دیتی ہے اور وہ انسان ہے۔

تمام مخلوق انسان کے لئے ہے

اس سے پتہ لگا کہ تمام اشیاء جو زمین و آسمان میں یا ان کے درمیان ہیں۔ وہ تمام کی تمام اسی ہستی کی خدمت کے لئے بنائی گئی ہیں۔ اور ان کی خلقت سے [illegible] یہی ہے کہ انسان ان سے نفع حاصل کرے خواہ سورج [illegible] ہے۔ یا چاند [illegible] یا ستارے ہیں۔ یا جو کچھ بھی ہے۔ وہ انسان [illegible] کے نفع کے لئے پیدا کیا گیا ہے چنانچہ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں بار بار فرمایا ہے کہ ان اشیاء کو تمہارے نفع کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

انسان کے اندر عجیب عجیب طاقتیں ہیں

یہ ایک نادانی کی بحث ہے۔ کہ زمین کے سوا کوئی اور بھی کرے ہیں یا نہیں جہاں انسان رہتے ہیں۔ کیونکہ اس بات کی اسے کیا ضرورت ہے۔ وہ اس کرہ سے تعلق رکھتا ہے جس میں وہ رہتا ہے اس لئے وہی اس کے لئے بنایا گیا ہے اور کروں کا دریافت کرنا تو الگ رہا۔ انسان کے اندر ایسی طاقتیں موجود ہیں۔ جو تمام کی تمام یکدم اس پر خود بھی نہیں کھلتیں۔ بلکہ آہستہ آہستہ ہمیشہ کھلتی رہتی ہیں۔ اور اس کی ایسی مثال ہے۔ کہ بہت سی اشیاء انسان کی جیب میں ہوں۔ اور اسے ان کا علم نہ ہو۔ ہاتھ ڈالتا جائے۔ اور نکالتا رہے۔ انسان کی ہستی ایک ایسی زنبیل ہے۔ کہ جو کبھی خالی نہیں ہوتی۔ ہمیشہ کچھ نہ کچھ اس سے نکلتا ہی چلا آتا ہے۔

انسان اور دیگر مخلوقات کی پیدائش کی علت غائی

پس جب یہ ثابت ہو گیا۔ کہ دنیا کی سب اشیاء انسان کے لئے اور صرف اسی ہستی کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے اس کی مسخر کر دی گئی ہیں۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اتنا بڑا کارخانہ اور اس کی تمام اشیاء زمینی اور آسمانی کا پیدا کرنا اور پھر انسان میں اس قدر روحانی ترقیات کا مادہ رکھنا۔ کہ کبھی ختم ہی نہیں ہو سکتا۔ کیا یہ سب کچھ اسی لئے ہے کہ انسان دنیا میں کھائے پیئے۔ اور گذر جائے کھانے پینے کے لحاظ سے تو اور جاندار اس سے بہتر ہیں۔ ایک گھوڑا اتنا کھا سکتا ہے۔ جتنا انسان سر پر اٹھا سکتا ہے اس کے علاوہ اور چیزیں طاقت۔ قد۔ جسم کے لحاظ سے بھی انسان سے بہت بڑی ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ خدا نے انسان کے لئے ان کو مسخر کر دیا ہے۔

باقی اشیاء انسان کی ترقی میں معاون ہیں

اس میں ایک بھید ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ خدا نے

انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے۔ کہ اس کا خاص خدا سے تعلق ہو۔ باقی جس قدر اشیاء انسان کے لئے پیدا کی ہیں۔ وہ اس لئے نہیں کیں۔ کہ انسان ان پر حکومت کرے۔ اور بس بلکہ اس لئے کہ جس قدر سامان وسیع ہو۔ اسی قدر وسیع نتائج نکلتے ہیں۔ دیکھو ترکیب جس قدر زیادہ مقداروں میں ہوتی ہے۔ اسی قدر زیادہ نتیجہ پیدا کرتی ہے دو ضرب دو چار ہوتے ہیں۔ لیکن اگر ان اعداد کو دو کی بجائے چار کر دیا جائے۔ تو چار ضرب چار سولہ ہو جائینگے تو جس قدر اعداد بڑھتے جائیں۔ اسی قدر نتائج بڑے نکلتے جائینگے۔ چونکہ انسان کے اعمال ہی اس کی روحانی ترقی کے بڑھانے والے ہوتے ہیں۔ اس لئے جس قدر یہ زیادہ ہونگے۔ اسی قدر اس کی روحانیت زیادہ ہوگی۔ جب انسان کے متعلق بہت سی اشیا ہونگی تو جس قدر زیادہ اشیا سے معاملہ کریگا۔ اسی قدر زیادہ اس کے اعمال ہونگے۔ تو دنیا کی تمام اشیاء اس کی ترقی کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔

زمین و آسمان کی پیدائش کو باطل سمجھنا شیوہ کفار ہے

پس اگر کوئی انسان ذرا بھی غور کرے تو اسے پتہ لگ جاتا ہے کہ جب یہ سب اشیاء میرے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ تو ضرور ہے۔ کہ میری پیدائش کی غرض وہ نہیں ہے۔ جو انکی ہے۔ بلکہ کوئی اور اعلیٰ غرض ہے۔ اسی بات کو خدا تعالیٰ نے ان آیات میں فرمایا ہے۔ کہ وہ لوگ جو کافر ہو گئے اور کہتے ہیں خدا ہے ہی نہیں۔ اور اگر ہے۔ تو اسے ہمارے اعمال سے کیا تعلق ہے۔ کہ ہمیں مرنے کے بعد زندہ کرے۔ اور ہم سے کسی بات کے متعلق پرسش ہو۔ وہ گمان کرتے ہیں کہ یہ جو کچھ خدا نے پیدا کیا ہے۔ یہ سب لغو ہے۔ اس کے پیدا کرنے سے اس کی کوئی غرض اور منشا نہیں ہے۔ مگر یہ بات نہیں ہے۔ ایسے کہنے والے لوگ ہمیشہ نقصان ہی پائینگے۔ کیوں۔ اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے جو کچھ ان کے لئے پیدا کیا تھا۔ اس کو انہوں نے لغو اور فضول سمجھا لیکن مومن انسان کبھی ایسا گمان نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس کے اندر کی طاقتیں اسے پکار پکار کر کہتی ہیں۔ کہ ہر وقت تجھے آگے بڑھنے اور ترقی کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اور یہ جو کچھ دنیا میں ہے۔ یہ تیری ہی ترقی کے لئے اسباب پیدا کئے گئے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ دیکھو ہم نے انسان کی ترقی کے لئے زمین و آسمان میں کس قدر اسباب پیدا کئے ہیں۔ اور کس طرح ہر ایک چیز کو انسان کے لئے مسخر کر دیا ہے۔ پھر انسان کے اندر کس قدر بڑھنے اور ترقی کرنے کی طاقتیں رکھی ہیں۔ کیا اس کا نتیجہ یہی ہو سکتا ہے کہ جو لوگ ایمان دار ہوتے اور اچھے عمل کرتے ہیں انکو اور وہ لوگ جو فساد کرتے ہیں ایک ہی ایسا کر دیا جائے اگر ایسا ہی ہوتا۔ تو گویا حیوانوں کی طرح ہی انسانوں کی پیدائش بھی ٹھہرتی۔ کیونکہ تمام حیوانوں کا ایک ہی درجہ ہوتا ہے۔ اگر تمام انسانوں کا بھی ایک ہی درجہ ہوتا اور ان سے ایک ہی قسم کا سلوک کیا جاتا۔ تو گویا انسان کے لئے اس قدر سامان پیدا کرنے اور خود انسان کو پیدا کرنا ایک لغو امر ہوتا۔ مگر خدا تو کوئی لغو بات نہیں کرتا

جب کوئی شے لغو نہیں تو متقی اور فاجر برابر نہیں ہو سکتے

جب یہ بات ہے۔ تو کیا وہ متقیوں کو فاجروں کے برابر کر سکتا ہے ہرگز نہیں۔ دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں ایک مومن اور کافر۔ یا متقی اور فاجر یعنی مومنوں کے مقابلہ میں ایک تو کافر ہوتے ہیں۔ اور ایک وہ جو لفظاً تو مومنوں کی جماعت میں داخل ہوتے ہیں مگر عملاً باغی ہوتے ہیں۔ انکو فاجر کہا جاتا ہے۔ ان دو قسم کے لوگوں کی نسبت بتا دیا۔ کہ اگر یہ سمجھتے ہیں۔ کہ ہمارے اعمال کا کوئی نتیجہ نہیں ہوگا۔ جو سلوک متقیوں سے کیا جائیگا۔ وہی ہم سے ہوگا۔ تو غلطی کرتے ہیں کیا ہم ایمان لانے والے اور نیک اعمال کرنے والوں کو مفسدین فی الارض ایسا کر دینگے۔ ہرگز نہیں۔ مفسدین فی الارض صرف وہی لوگ نہیں ہوتے۔ جو دنیا میں لڑائی جھگڑا کرتے ہیں۔ بلکہ کفار بھی مفسد فی الارض ہی ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کے عقائد درست نہیں ہوتے۔ اور جب عقائد درست نہیں ہوتے تو ان سے جو نتائج نکلتے ہیں۔ وہ بھی درست نہیں ہوتے۔ بلکہ برے اور خطرناک ہوتے ہیں۔ خواہ ایسے لوگ کتنا ہی اچھا کام کریں۔ تو بھی عقائد کے نقص کی وجہ سے اس میں نقص ہی رہیگا۔ اس لئے وہ مومنوں کے برابر نہیں ہو سکتے۔ دوسرے وہ لوگ جو زبان سے تو ایمان لانے کا اقرار کرتے ہیں۔ لیکن عملاً اس کا ثبوت نہیں دیتے وہ متقیوں یعنی ایمان لا کر عملی طور پر اس کا ثبوت دینے والوں کے برابر نہیں ہو سکتے۔ اس کی گواہی زمین و آسمان اور سب اشیاء دے رہی ہیں۔ کہ کبھی ایسا نہیں ہو سکتا۔ اور اگر ایسا ہو جائے۔ تو خدا پر الزام آتا ہے۔ کہ کیا اس نے اتنا بڑا کارخانہ اور تمام ساز و سامان گھوڑے اور گدھے کی طرح کھا پی کر گذر جانے والے انسان کی خاطر پیدا کیا ہے۔ اس قسم کا کام تو معمولی عقل کا انسان بھی نہیں کرتا۔ چہ جائے کہ خدا ایسا کرے۔ کہ انسان کے لئے یہ سب کچھ تو پیدا کر دے مگر اس کی غرض کچھ نہ ہو۔ کیا کھانے پینے کے لحاظ سے گھوڑے اور گدھے وغیرہ حیوانات انسان کے برابر نہیں ہیں۔ ضرور ہیں۔ تو پھر کیا وجہ ہے۔ کہ ان کے لئے تمام دنیا کی اشیاء مسخر نہیں کی گئیں۔ اور صرف انسان کے لئے کی ہیں۔ اس سے پتہ لگتا ہے۔ کہ انسان کی پیدائش کی کوئی اور بہت بڑی غرض ہے۔

انسان اپنی قدر پہچانے

غرض دنیا کی ہر ایک چیز انسان کو ہوشیار کر رہی ہے۔ خواہ سورج یا چاند ہو یا ستارے ہوں۔ خواہ زمین کے اوپر کے نظارے ہوں۔ خواہ اس کے نفس کے اندر کی طاقتیں ہوں۔ تمام جانور حتی کہ ایک چڑیا اور طوطا ایک کتا ایک بلی ایک سیا اس کے لئے نصیحت اور سبق ہے۔ یہ ہر چیز اسے کہہ رہی ہے۔ کہ ہم کھانے پینے کے لحاظ سے تمہارے برابر ہیں۔ لیکن تجھے جو ہم پر حکومت دی گئی ہے اور ہمیں تیرے لئے مسخر کیا گیا ہے۔ تو اس میں کوئی بات ضرور ہے۔ اور وہ یہی کہ تا تجھے بتایا جائے۔ کہ ایک دن تیرے تمام اعمال کا محاسبہ ہوگا اور تو خدا تعالیٰ کے حضور اپنے افعال کی جوابدہی کے لئے کھڑا کیا جائیگا۔ لیکن اس واعظ کے لئے کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں انسان اپنے گھر میں بستر پر آنکھیں بند کر کے اپنے نفس پر غور کرے۔ تو وہی اس کے لئے واعظ ہوگا اور اسے پتہ لگ جائیگا۔ کہ دنیا میں میرا کیا درجہ ہے۔ اور دوسری

مخلوق کا کیا۔ مجھ سے خدا کا کیا سلوک ہوگا۔ اور دوسری مخلوق سے کیا۔ اس آیت میں خدا تعالیٰ نے اسی طرف انسان کو متوجہ کیا ہے۔ اس لئے اس سے وہ نصیحت حاصل کرسکتا ہے۔

کیونکر معلوم ہو کہ ہم متقی ہیں یا فاجر

اس کے علاوہ ایک بات کا بھی اس سے پتہ لگتا ہے اور وہ یہ کہ بہت لوگ سوال کرتے ہیں۔ کہ ہمیں یہ کیونکر معلوم ہو۔ کہ ہم متقی ہیں یا فاجر اور خدا ہم سے خوش ہے یا ناخوش۔ اس آیت سے یہ سوال بھی حل ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ام نجعل المتقین کالفجار کیا متقی اور فاجر برابر ہوتے ہیں یعنی نہیں ہوتے۔ اس کے متعلق ہر ایک انسان اپنے نفس سے مطالبہ کرسکتا ہے۔ کہ بتاؤ تم سے خدا کا کیا معاملہ ہے۔ دنیا میں کوئی انسان ایسا نہیں ہے۔ جو کسی نہ کسی رنگ میں اپنے مخالف اور موافق لوگ نہ رکھتا ہو۔ وہ اپنا اور اپنے مخالفوں کا۔ اور اپنا اور اپنے ساتھیوں کا مقابلہ کر کے دیکھے۔ کہ اگر ہر مصیبت ہر تکلیف اور ہر رنج کے وقت خدا مدد کرتا ہے اور کسی حالت میں خواہ رنج کی حالت ہو۔ یا راحت کی وہ مجھے نہیں چھوڑتا۔ اور ہمیشہ دشمنوں پر فتح دیتا ہے اور برخلاف اس کے ۔۔۔۔ دشمنوں کو ذلیل ناکام اور نامراد رکھتا ہے۔ تو وہ سمجھ لے۔ متقی اور فاجر برابر نہیں ہو سکتے۔ مجھ سے چونکہ متقیوں والا سلوک ہو رہا ہے۔ اور میرے مخالفین سے فاجروں والا اس لئے میں متقیوں میں شامل ہوں لیکن اگر اس سے فاجروں والا سلوک ہوتا ہو۔ تو سمجھ لے کہ مجھ میں ضرور نقص ہے۔ اس لئے مجھ سے ایسا سلوک ہو رہا ہے ورنہ نہ ہوتا اس سے ہوشیار ہو کر اپنی اصلاح کرنی شروع کر دے۔ اگر کسی کی خدا تعالیٰ غم کی گھڑیوں میں مدد کرتا اور خوشی کی گھڑیوں میں ساتھ دیتا ہے اسکی کوششوں کو بار آور بناتا اور اسے دشمنوں پر غلبہ دیتا ہے۔ تو سمجھ سکے میں خدا کی رضا اور اس کے صحیح راستہ پر چل رہا ہوں۔ اور اگر ایسا نہیں۔ تو وہ سمجھ لے۔ کہ مجھ میں نقص ہے جس کی اصلاح کرنی چاہیے۔ تو اس آیت کی وجہ سے ہر ایک انسان کے لئے اپنے نفس کا موازنہ کرنا آسان ہو گیا۔ وہ دیکھ سکتا ہے۔ کہ میں دو منزلہ راستہ پر چل رہا ہوں۔ کا خدا نے متقیانہ قدم اٹھا رہا ہوں یا فاجرانہ اس میں شک نہیں کہ مومنوں اور متقیوں کی بھی مصائب آتے ہیں۔ لیکن ایک مومن کو خدا تعالیٰ دشمن کے مقابلہ میں کبھی اس طرح نہیں گراتا کہ اسے کسی گناہ کا مرتکب ہونا پڑے۔ یہ مومن اور کافر متقی اور فاجر کے مصائب میں فرق ہے۔ مومن اور متقی کو کسی بڑی سے بڑی مصیبت کے وقت بھی کسی قسم کے فریب۔ دغا۔ اور حیلہ سازی کی ضرورت نہیں پڑتی۔ ان باتوں پر خدا اسے کامیابی دیتا ہے۔ مگر ایک کافر اور فاجر جب ایک مصیبت آتی ہے۔ تو وہ گناہ کی طرف لوٹتا ہے۔ اور گناہ کا ارتکاب کرتا ہے۔ پس جب کوئی شخص مصیبت کے وقت ایسا کرتا ہے وہ دیکھے۔ کہ اس کے اندر گناہ کا مادہ ہے تب ہی وہ گناہ کی طرف لوٹتا ہے مومن اور متقی کو کبھی ایسے واقعات پیش نہیں آئینگے جو اسے بدی کے لئے مضطر کردیں۔ اور جب کوئی ایسا موقع آتا ہے وہ سمجھے کہ اس میں نقص ہے۔ پس یہ آیت اپنے نفس کا مطالبہ کرنیکا آسان طریق بتاتی ہے۔ اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔

دعا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ لوگوں کو اور ہماری تمام

فہرست نومبائعین سنہ ۱۹۱۶ء

۴ اپریل سے ۱۷ اپریل تک

نام	مقام
محمد عبد اللہ	گجرات
منشی مہدی شاہ۔	ہزارہ
مینی	ننگرہی
محمد صفی۔	ہانگرہ۔ ضلع لدھیانہ
والدہ (حفیظ) مرحوم	قادیانیہ۔ گوجرانوالہ
عبد اللہ خان سوار۔	جہلم
دختر ڈاکٹر امیر الدین۔	امرتسر
سفیر الدین۔ شیخوپورہ۔	گوجرانوالہ
چوہدری مولا بخش۔ سید وٹھی۔	سیالکوٹ
بوشمت۔	پٹیالہ
بوصاحب النسار	״
حافظ عبد اللہ۔	بنارس
بیگم بی بی۔	گجرات
عمر بی بی	״
سید بی بی	گجرات
اہلیہ میر عباس علی شاہ	راولپنڈی
رحمت بی بی۔	گجرات
فضل احمد	״
سردار علی	״
کرم داد	״
چیتون	״
جلال	״
عالم بی بی	״
سردار علی	״
صاحبزادی	״
رحمت بی بی	״
عائشہ بی بی	״
لال دین	״
مغلانی	گجرات
عائشہ بی بی ۲	״
رحمت بی بی ۲	״
معراج الدین	امرتسر
فخر النسار	״
زینب النسار	״
نانک۔ سامانہ۔	پٹیالہ
والدہ نانک	״
محمد بخش۔ بھیرہ۔	شاہپور
محمد شجاعت علی۔	کلکتہ
مکرم الدین	گوڑگاؤں
حاکم علی۔	سیالکوٹ
قاسم علی	״
اہلیہ حاکم علی	״
بالو محمد حنیف	امرتسر
مولوی اسمٰعیل	راولپنڈی
مستری حیات محمد۔	سیالکوٹ
میاں بھنڈی۔	راولپنڈی
عبد اللہ معصعیل	کشمیر
صدر الدین	״
مولوی عبد الحق۔ سکھانند	فیروزپور
فضل دین	״ ״
ابراہیم	״ ״
بوٹا ۱	״ ״
بوٹا ۲	״ ״
قادر بخش	״ ״
لال دین	״ ״
نظام الدین	״ ״
اسمٰعیل	״ ״
ابراہیم	״ ״
محمد بخش	״ ״
الف دین	״ ״
خیر دین	״ ״
وزیر	״ ״
قائم الدین۔ سکھانند۔	فیروزپور
عمر الدین ۱	״ ״
نذر دین	״ ״
سوبا	״ ״
عمر دین ۲	״ ״
غلام محمد	״ ״
نور محمد	״ ״
بھولا	״ ״
بدھو	״ ״
خدا بخش	״ ״
ہنگا	״ ״
ناصر الدین	״ ״
نندا	״ ״
غلام احمد	کشمیر
نجیب خان	״
صمدی خان	״
غلام رسول	״
محمد منور	״
حبیب اللہ	״
تحفی بی بی	״
غلام رسول	״
عبد الرحیم	״
خاتون بی بی ۱	״
زینب بی بی	״
عبد الغنی	״
عبد الرزاق	״
عبد الغفار	״
عزت بی بی	״
عبد العزیز	״
خاتون بی بی ۲	״
خدیجہ بی بی	״
زیبا بی بی	״
نعمت بی بی	״

میزان ۹۵